اقبال مغربی خاورشناسوں کی نظر میں

جگن ناتھ آزاد

اقبال نے مغرب، مغربی علوم وفنون اور مغربی تہذیب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسے اقبال کے نقادوں نے اکثر بحث وتمحیص کا موضوع بنایا ہے، لیکن یورپ اور امریکہ کے مستشرقین نے جو کچھ اقبال کے بارے میں کہا اس پر ابھی پوری طرح سے توجہ نہیں دی گئی* حالانکہ یہ موضوع بھی اقبالیات کے تعلق سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

یوں تو اقبال کے فکروفن نے مستشرقین کی ایک بڑی تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے جن میں آرتھر آربری، ٹامس آرنلڈ، آر اے نکلسن، سوریئل، وہایٹ ہیڈ، میلکگرٹ، ایچ، اے آر گب، گراہم بیلی، ای جی براؤن، کانٹ ویل اسمتھ، وکٹر کرنین، جے سی روم، ایڈورڈ ٹامسن، رش بروک ولیمز، الفریڈ گیلام، اوبالے، جی ای گرونے بام، رچرڈ سائمینڈس، جے اے ہیوڈ اور رابرٹ ویٹ مور (انگلستان)، اینے میری شمل، حییٹ، السارلش بنیسٹڈر، جے ڈبلیو فک، برنڈ مینویل ولیچر اور پروفیسر ہیل (جرمنی)، لیوسی کلادمیترے، ہنری ماسے اور ایوا میوروویچ (فرانس)، آرتھر جیفری، ایساندر بسانی اور ایم نالینو (اٹلی)، یان ماریک (چیکوسلواسکیہ)، بابا جان غفوروف، مس ایم ٹی اسٹیپینٹس، گورڈن پلونوسکایا، این آئی پری گارینا اور این پی اینکی ییو (روس)، ولیم اوڈگلس، مسز لنڈا املک فری لینڈ

ایبٹ، شیلا میک ڈونو اور کینتھ مارگن (امریکہ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں،

*اس سلسلے میں ڈاکٹر سلیم اختر کی مرتبہ کتاب ''اقبال ممدوح عالم'' (لاہور: بزم اقبال، 1978) ایک عمدہ مجموعہ پیش کرتی ہے مدیر ''اقبال''

لیکن میرے نزدیک ٹامس آرنلڈ کا نام سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے جس نے اقبال کے زمانہ طالب علمی ہی میں اقبال کے جوہر قابل کو پہچان لیا تھا اور ان کے بارے میں یہ کہا تھا کہ اقبال ایسا طالب علم استاد کو محقق اور محقق کو زیادہ بہتر محقق بنا دیتا ہے یہ اس زمانے کی بات ہے جب اقبال ابھی گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے اور اس وقت تک نہ اقبال خود یورپ پہنچ کر خاور شناسوں کے سامنے آئے تھے اور نہ ہی ان کا کلام یورپ تک پہنچا تھا۔

خاور شناسوں کی مذکورہ فہرست میں تینتالیس مصنفین کے نام ہیں اور ممکن ہے یہ فہرست نامکمل ہی ہو کیونکہ ایک تو یہاں ناموں کی فہرست پیش کرنا میرا مقصد نہیں، دوسرا مجھے اس بات کا دعویٰ بھی نہیں کہ میں ہر اس مغربی خاور شناس کے نام سے آشنا ہوں جس کی تحریروں میں اقبال کا ذکر آیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی تصویر کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ ان تمام کے تمام اہل قلم نے اقبال پر اس خیال سے قلم نہیں اٹھایا کہ وہ اقبال کی شاعری یا فلسفے کا تجزیہ کریں یا اس پر بحث کریں بلکہ بعض نے تو محض سیاسی موضوع پر لکھتے وقت اقبال ہی کے سیاسی بیانات یا تقریروں یا خطوط یا ملاقاتوں ہی کا ذکر کرنا کافی سمجھا ہے، مثلاً ایڈورڈ ٹامسن یا رچرڈ سائمنڈس

ان اہل قلم نے جنہوں نے اقبال کے کلام اور نثر کا بغور اور بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، اولیت کا حامل نام پروفیسر آر اے نکلسن کا ہے جنہوں نے 1920 میں

اقبال کی مثنوی ''اسرار خودی'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا دراصل یہی ترجمہ اول اول مغرب میں اقبال کی شہرت کا سنگ بنیاد بنا۔ اس وت تک اقبال کے کلام کا نہ تو کوئی انگریزی ترجمہ ہوا تھا اور نہ ہی انگریزی میں کوئی قابل ذکر مقالہ یا کتاب اقبال کے متعلق شائع ہوئی تھی۔ نواب مالیر کوٹلہ کے بھائی نواب سر افتخار علی خان، کے ٹی سی ایس آئی کی اقبال کے متعلق کتاب A voice from the east جس نے اقبال کا مغرب میں مزید تعارف کرایا، دو برس بعد 1922 میں شائع ہوئی۔

نکلسن کا یہ ترجمہ نکلسن کی اقبالیات اور اسلامیات سے غیر معمولی دل چسپی کا آئینہ دار ہے۔ اگرچہ اس میں کہیں کہیں ترجمے کی اغلاط موجود ہیں لیکن اس سے نکلسن کے کام کی عظمت پر حرف نہیں آتا۔ خواجہ غلام السیدین اس ضمن میں نکلسن کی ایک غلطی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں نے علامہ مرحوم کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ نکلسن نے ''اسرار خودی'' کے ترجمے میں صورت طفلاں زنے مرکب کی، کو غلط پڑھ کر نے کا ترجمہ Reed کرنے کے بجائے ز کو اس کے ساتھ ملا کر زن پڑھا تھا اور اس کا ترجمہ ''Woman'' کیا تھا'' اس کے ساتھ ہی سیدین صاحب لکھتے ہیں ''یہ ہیں ہمارے بہترین مستشرقین!'' نکلسن کی مذکورہ غلطی کے متعلق میں سیدین صاحب سے متفق ہونے کے باوجود ان کی اس طنزیہ رائے میں ان کا ہم خیال نہیں ہوں کہ ''یہ ہیں ہمارے بہترین مستشرقین!'' نکلسن یقیناً ہمارے بہترین مستشرقین میں سے ہیں اور اس قسم کے کسی سہو کی نشان دہی کر کے نکلسن کے سارے کام پر پانی پھیر دینا کوئی مستحسن بات نہیں جہاں تک اس

ترجمے کا تعلق ہے اس میں اغلاط اور بھی ہیں اور ان اغلاط کی اصلاح خود علامہ اقبال نے کی لیکن ان اغلاط کے باوجود نکلسن کے ترجمے کی اہمیت کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ بڑی بات یہ ہے کہ نکلسن نے اپنی کسی غلطی پر اصرار نہیں کیا اور علامہ اقبال کے تصحیح کردہ ترجمے کی بنا پر اپنے ترجمے میں اصلاح کی اور ان تصحیحات کے ساتھ اس کا دوسرا ایڈیشن 1940 میں لاہور سے شائع ہوا۔

یہاں اس دوسرے ایڈیشن کی داستان کا ذکر ضروری تو نہیں لیکن چونکہ یہ ایک دل چسپ کہانی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ میں آرتھر آربری کے الفاظ میں آپ کو سناؤں آرتھر آربری Notes on iqbals asrar i khudi میں لکھتے ہیں:

After professor R.A. Nicholson,s death in 1945 his library was sold to a well known cambridge book seller as i was looking through the volumes offered to the public, i chanced upon a copy of his translation of iqbals asrar i khudi, in the first edition

---

1 شائع کردہ شیخ محمد اشرف، لاہور: 1925، ص 4

London, 1920 and was immediatly intrested to observe that this copy was heavily corrected, and annatated in a hand other than

the translators. on studying the chracter of the notes it seemed likely to me that these (and of course the corrections) emanated fron no other than sir muhammad iqbal himself. this supposition was strengthened when i found a few lines of dedication in a copy of one of his publications which he had sent as a persent to professor Nicholson. Probability at last became a certainty when i showed the book to mr javid iqbal, who is at persent studying with me in cambridge he confirmed that the corrections and annotations were indeed in the handwriting of his reverd father.

اس کے بعد اقبال کا نیا فارسی مجموعہ کلام شائع ہوا تو رینالڈ اے نکلسن نے ایک طویل مقالے کی صورت میں اس پر تبصرہ کیا اس مقالے میں پہلے نکلسن نے ان الفاظ میں اقبال کی دواؤں مثنویوں ''اسرار خودی'' اور ''رموز بے خودی'' کا جائزہ لیا:

He regards reality as process o becoming, not as an eternal state. the tample.serana of

the absolute find not place in his scheme of things all is in flux. his universe is an association of individuals headed by the most uniqe individual. ie god their life consist in the fourmation aud cultivation of personality. the perfect man not only absorbs god himself in to his ego by assimilating divine attributes hence the essence of life is love which in its highest from is the creation of desires and ideals and the endeavour the realise them desires are good or bad according as they strengthen or weaken personality and all values must be determind by this standard.

یہاں اس امر کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ نکلسن کی یہ تحریر 1924 کی ہے جب کہ اقبال کی نثری تصنیف Reconstruction of religious thought in islam ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی تھی Reconstrustion of religious thought in islam میں تو اقبال نے اپنے فلسفے کو ایک مربوط صورت دی ہے لیکن محض ''اسرار خودی'' ''رموز بے خودی'' اور ''پیام مشرق'' کے مطالعے سے اقبال کے فلسفہ خودی، نظریہ خدا اور

اس کے زمان و مکاں کے تصور کو اس غیر مبہم، سلجھے ہوئے اور سریع الفہم انداز بیان میں پیش کر دینا ایک معجزے سے کم نہیں۔

پھر نیٹشے اور برگساں کے ساتھ اقبال کے ذہنی قرب و بعد کا ذکر کرتے ہوئے نکلسن اپنی خلش دل کا اظہار بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

the affinities with nietzsche and bergson need not be emphasised it is less clear, however, why iqbal identifies his ideal society with Mohammads conception of islam, or why membership of the society should be a privilege reserved for muslims. here the religious enthisiast seems to have knocked out the philospher a result which is logically wrong but pwetically right

ہم میں سے اکثر نکلسن کی رائے کے ساتھ متفق ہوں یا نہ ہوں، یہ ایک حقیقت ہے کہ نکلسن نے اقبال کے جن خیالات پر کسی قدر اظہار حیرت کیا ہے وہ آج بھی اقبال کے نظام فکر میں اقبال کے اکثر نقادوں اور مداحوں کے لیے ایک امر متنازعہ فیہ کی حیثیت رکھتے ہیں اقبال کے یہ خیالات اکثر مستشرقین کے لیے ہمیشہ ایک سوالیہ علامت کی صورت میں رہے اور کسی نہ کسی طرح مستشرقین اس کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے فراہم بیلی A

(1932)history of urdu literature میں لکھتے ہیں:

He sings the praises of muslim achivement for he is not a national but a muslim patriont, one who has imbibed some of the culture of west, but hold himself rather aloof, not so much antagonistic to it as sespicious of its effect on his co religionists.

دراصل گراہم بیلی اس عقدے کو جو خود نکلسن اور گراہم بیلی کے سامنے آیا کھولتے کھولتے رہ گئے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے گراہم بیلی کی نظر سے Reconstruction of religious thought in islam نہیں گزری ہو گی یا ممکن ہے چونکہ ان کا مقصد اردو ادب کی تاریخ لکھنا تھا اس لیے انہوں نے اپنا مطالعہ اقبال کے مجموعہ کلام ''بانگ درا'' ہی تک محدود رکھنا کافی سمجھا ہو حالانکہ 1924 سے تین سال قبل Reconstruction of religious thought in islam چھپ چکی تھی اگر گراہم بیلی اس کتاب کا مطالعہ کرتے تو شاید اقبال کی مندرجہ ذیل تحریر میں کہیں نہ کہیں انہیں اپنے سوال کا جواب نہ سہی اس کی ایک جھلک ہی نظر آ جاتی:

dnring the last five hundred years religious thought in islam has been practically stationary there was a time when eurpron thought recived

inspiration from the world of islam. the most remarkable phenomenon of modren history, however, is the enormous rapidity with which the world of islam is spiritually moving towards the west. there is nothing wrong in this movement for eurpron culture, on its intellectual side, is only a further development of some of the most important phases of the culture of islam. our only fear is that the dazzling exterior of eurpron culture may arrest our movement and we may fail to reach the true inwardness of that culture.

میرے نزدیک اقبال کی اس تحریر میں پروفیسر نکلسن کے اس اعتراض کا جواب بھی موجود ہے جو انہوں نے دبی زبان میں اپنے مذکورہ مقالے میں یہ کہہ کے کیا ہے

He knows goethe byron and shelley he is as pamiliar with also sprach qorathustra and l evolution creatice as he is with the quran and the mathnwi but with the humanistic foundation

of eurpeon culture he appeares to be less initimately acquainted and we feel that his critism thought never superficial, is sometimes lacking in breadth.

ویسے اپنے اس اعتراض کا جواب نکلسن کے اسی مقالے میں موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں۔

While iqbal has been profoundly influenced by the western culture his spirit remains essentially oriental

---

Reconstruction 2، ص7

اس نکتے کی وضاحت خود اقبال کے الفاظ میں دیکھیے اپنے ایک لیکچر میں لکھتے ہیں

the task before the modern muslim is, therefore. immense he has to rethink the whole system of islam without completly breaking with the past the only course open to us in to approach modern knowledge with a respectful but independent attitude and to appreciate the teachings of islam in the light of that

knowledge, even though we may be led to

differ from those who have gone before us.

فکر اقبال کا یہ ایک ایسا پہلو ہے جس پر مستشرقین نے تو کیا خود ہندوستان اور پاکستان کے اکثر طلبائے اقبالیات نے کام کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی حالانکہ فکر اقبال کا یہی پہلو سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے لیکن دو چار خاور شناس، جنہیں میں مستشرق نہیں کہوں گا اور جن کے ناموں کا ڈنکا بھ نکلسن اور آربری کی طرح ہندوستان یا پاکستان میں نہیں بجا ایسے بھی ہیں جنہوں نے فکر اقبال کے اس پہلو کی طرف کام کرنے کا اشارہ کیا ہے ان میں ایک ہیں جے کلووَر روم جو The poet of the east کی تمہید میں لکھتے ہیں

only those who are qualified by a close study of the quran can say how far iqbal maintained inviolate the spirit of the teachings of the quran. but there can be no question that he has widend the horizon of islamic thought and revealed unsuspected resiliency in to it to the precure of the changes through which the world passing today. iqbal has demolished once for all the bizarre structure which the hair spliting interpreters of the teachings of islam

and the involved system of thought of some of the sufis erected for islam he has attempted to restore to islam the grandeour of its simplisity. time alone will show if he has succeeded. but the irresistible appeal of the dry from his heart for directness in the interpretations of the teachins of islam is already producing changes in muslim outlook which promises to rationalise in islamic countries.

3 ملاحظہ ہو Reconstruction of religious thought in islam کا لیکچر The human ego: his freedom and immprtality

اسی تمہید میں جے سی روم ایک قدم اور آگے جاتے ہیں اور اقبال کے فکری سرچشموں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

How far the stream of iqbals thought was influenced by the current of hindu thought as it was by the current of islamic and western thoughts, is difficult to say, but the fearlessness

with which he plunged in to unfathomable depths and the consitency with which he upheld the dedicates of reason seem the suggest that the force of generations of hindu thought which formed the warp of his mind even if covered with islamic thought was not extinct.

دوسرے خاور شناس اس ضمن میں ولیم او ڈگلس ہیں جنہوں نے واشنگٹن میں متعدد اجلاس کی صورت میں اقبال کی شاعری اور فلسفے پر بحث کے لیے ایک فضا پیدا کی اور جو اقبال کی شاعری اور فکر و فن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

the most remarkable phenomenon of modern history to iqbal was the new spiritual understanding between the east and the west......... iqbal was a voice from the east that found a sommon denominator with the west and helped build the universal community thar tolerates all differences in race, in creeds, in language.

پروفیسر آرتھر آبری کا ذکر اس مقالے کے شروع میں آچکا ہے نکلسن کی طرح

اقبال پر آرتھر آربری کے کام کا کینواس بھی خاصا وسیع ہے ''زبور عجم'' کا انگریزی ترجمہ Persion psalms ''پیام مشرق'' کے حصہ رباعیات لالہ طور کا ترجمہ Tulip of sinai ''شکوہ و جواب شکوہ'' کا ترجمہ Complaint and answer ''رموز بے خودی'' کا ترجمہ My steries of selfessness اور ''جاوید نامہ'' کا ترجمہ ان کے ایسے کام ہیں جو اقبالیات کے سلسلے میں ان کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے یہاں یہ کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ جس طرح ''اسرار خودی'' کے ترجمے میں پروفیسر نکلسن سے بعض اغلاط سرزد ہوئیں اسی طرح آرتھر آربری کے انگریزی ترجمے میں بھی کہیں کہیں اغلاط موجود ہیں جن کا مختصر سا ذکر میں ایک طویل مقالے میں، جو چند برس ہوئے ماہ نامہ ''شب خون'' الہ آباد میں شائع ہوا تھا، کر چکا ہوں، لیکن جیسا کہ میں نے اس مقالے میں ذکر کیا ہے، اس ترجمے کی قدر و قیمت محض چند اغلاط کی بنا پر کسی طرح کم نہیں ہو سکتی اس میں محاسن کا پلڑا کہیں بھاری ہے اور آرتھر آربری کے قلم کی جولائی اور شگفتگی جو اول سے آخر تک جادو جگاتی چلی جاتی ہے ترجمے کے ادب کی ایک بیش بہا متاع ہے اردو اور فارسی غزل کا ترجمہ انگریزی یا کسی بھی زبان میں خاصا مشکل سمجھا گیا ہے اس معاملے میں آرتھر آربری جس کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ہیں وہ ہر اعتبار سے قابل توصیف ہے ترجمے کے آخر میں قرآن اور حدیث کے حوالے اس امر کی دلالت کر رہے ہیں کہ آربری کا عربی زبان اور اسلامیات کا مطالعہ قابل رشک ہے۔

''زبور عجم'' اور ''جاوید نامہ'' کے ترجموں کی تمہید میں آرتھر آربری نے اقبال

کے فکر وفن پر بڑی عالمانہ بحث کی ہے اور ترجمے کے متعلق قاری کو خاصے اہم نکتوں سے روشناس کیا ہے اس تمہید میں آپ نے شیخ محمود احمد، پرنسپل گورنمنٹ کالج میر پور کے انگریزی ترجمہ جاوید نامہ کے ذکر میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔

جہاں تک مطالعہ نظم ونثر اقبال کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ آرتھر آربری نے اقبال کا ایک ایک لفظ بغور پڑھا ہے یہاں تک کہ جاوید اقبال کی مرتب کی ہوئی اقبال کی ڈائری Stray reflections تک کا حوالہ بھی انہوں نے دیا ہے۔

مجھے آرتھر آربری کی یہ احتیاط بہت پسند آئی ہے کہ انہوں نے ''جہاں دوست'' کو انگریزی میں بھی ''جہاں دوست'' ہی لکھا ہے اور غیر محتاط ترجمین اقبال کی طرح جہاں دوست کا لفظی ترجمہ کر کے اسے وشوامتر نہیں لکھ دیا۔ یہ دراصل شوجی مہاراج کا ذکر ہے شوجی مہاراج کے ساتھ اقبال کے سوال و جواب اگر اقبال کی شاعری میں ایک مے خانہ الہام کی حیثیت رکھتے ہیں تو ان کا انگریزی ترجمہ آرتھر آربری کے فن کی بدولت مے دو آتشہ کی صورت اختیار کر گیا ہے اس حصے میں آرتھر آربری سے صرف ایک لغزش ہوئی ہے اقبال جب کہتے ہیں

گفت ''حجت چیست؟'' گفتم ''روے دوست''

تو یہاں ''حجت'' کا لفظ ایک مکمل سوال کی صورت میں آیا ہے یعنی عرفان و ایقان کے حصول کا ذریعہ ہے آربری نے یہاں ''حجت'' کا لفظی ترجمہ Proof لکھ دیا ہے لیکن اس قسم کی لغزشیں سمندر میں قطرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں۔

ایساندر بسانی عارف اقبال بھی ہیں اور عاشق اقبال بھی ''جاوید نامہ'' کا اطالوی زبان میں ترجمہ جو روم سے 1952 میں شائع ہوا انہی کے قلم کا مرہون

منت ہے ویسے بھی جہاں تک اقبالیات کا تعلق ہے بسانی نے زیادہ تر کام جاوید نامہ ہی پر کیا ہے انہوں نے دانتے کی ڈیوائین کامیڈی اور جاوید نامہ کا ایک تقابلی مطالعہ بھی پیش کیا ہے عربی بہت اچھی جانتے ہیں اور اقبال پر جب لکھتے ہیں تو اپنی تحریروں کو جابجا آیات قرآنی سے مزین کرتے ہیں۔

خاورشناسوں میں ولفرڈ کانٹ ویل اسمتھ کا بہت بڑا نام ہے ان کی کتاب جس کا پہلا ایڈیشن تقسیم ہند سے قبل Modern islam in india کے نام سے اور دوسرا ایڈیشن تقسیم ہند کے بعد Modern islam in india and pakistan کے نام سے چھپا ایک ایسی کتاب ہے جسے ہندوستان اور پاکستان میں سیاسیات یا سماجیات کا کوئی طالب علم نظر انداز نہیں کرسکتا اس کتاب میں اقبال کے متعلق دو باب ہیں ایک کا عنوان ہے iqbal the progressive اور دوسرے کا ہے Iqbal the reactionary میں سمجھتا ہوں کانٹ ویل اسمتھ نے اس عمارت کی تعمیر میں خشت اول ہی ٹیڑھی رکھی ہے ایک شخصیت کو دو حصوں میں تقسیم کرنا نفسیاتی تجزیے میں ممکن ہو تو ہو فکری یا فنی اعتبار سے ممکن نہیں دراصل اقبال اتنے بڑے شاعر تھے کہ ہر جماعت اور فرد کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ وہ اتنے بڑے شاعر تھے کہ ہر جماعت اور ہر فرد کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ وہ اقبال کو اپنے نظام فکر کے سلسلے سے وابستہ شاعر و مفکر ثابت کرسکے۔

کانٹ ویل اسمتھ کا شمار ایسے ہی اقبال پسندوں میں ہوتا ہے۔اسمتھ چونکہ خود سوشلسٹ بلکہ کمیونسٹ ہیں اور کمیونسٹ بھی ایک وسیع المطالعہ، اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اقبال کو سوشلسٹ کہنا آسان نہیں، اس لیے انہوں نے جابجا اس طرح کی

لفاظی کا سہارا لیا ہے ''جذباتی اعتبار سے اقبال سوشلسٹ تھے'' ذہنی اعتبار سے وہ سوشلسٹ نہیں تھے'' وہ تجزیاتی طور پر یہ نہیں جانتے تھے کہ سرمایہ داری میں کیا خرابی ہے'' ''انہوں نے اشتراکیت کے بارے میں مختلف قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے'' ''ان کی تحریروں سے سوشلسٹ قسم کا تاثر جھلکتا ہے'' ''آخر میں انہوں نے کئی اشتراکیانہ نظمیں کہیں اور انہوں نے مغربی تہذیب کی مخالفت میں کارل مارکس کا نام استعمال کیا'': ''لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ انہیں اس بات کا علم ہی نہ تھا کہ اشتراکیت کیا ہے'' یہ ایک طرح سے بے سروپا باتیں ہیں اور ایک ایسے طالب علم کے لے جو صدق دلی سے اقبال کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے کوئی رہ نمائی نہیں کرتیں اقبال کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اشتراکیت کیا ہے اور پھر ان کے کلام کو اشتراکیانہ قرار دے کر اس پر بحث کرنا اقبال کو ان کی شخصیت سے باہر لے جا کر دیکھنے کی کوشش ہے کسی بھی فن کار کا مطالعہ اس کی شخصیت سے باہر جا کر نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر محمد دین تاثیر اس سلسلے میں خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'' پیام مشرق'' میں اقبال لینن کو قیصر ولیم کی پست سطح پر لے آئے ہیں ان کا اشارہ نظم موسوم بہ ''موسیو لینن و قیصر ولیم'' کی طرف ہے اس نظم سے یہ اندازہ لگایا کہ قیصر ولیم کو اقبال نے کسی پست سطح پر رکھا ہے خواہ مخواہ کی کھینچا تانی ہے اس نظم میں اقبال نے نہ تو قیصر ولیم کو کسی پست سطح پر دکھایا ہے اس نظم میں اقبال نے نہ تو قیصر ولیم کو کسی پست سطح پر دکھایا ہے اور نہ لینن کو قیصر ولیم اور لینن پہلی جنگ عظیم کے دو کردار ہیں ایک کے لیے جنگ زوال کا اور دوسرے کے لیے عروج کا باعث بنی خیر کہنا میں یہ

چاہتا ہوں کہ کانٹ ویل اسمتھ نے اپنی مذکورہ کتاب میں ڈاکٹر تاثیر کا یہ فقرہ نقل کیا ہے لیکن اپنی طرف سے اس میں لفظ ''جہنم'' کا اضافہ کر دیا ہے اور فقرہ یوں مکمل کیا ہے کہ ''اقبال لینن کو جہنم میں قیصر ولیم کی سطح پر لے آئے ہیں'' معلوم نہیں اسمتھ نے یہ لفظ ''جہنم'' کہاں سے شامل کیا ہے کیونکہ یہ لفظ نہ تو کہیں اقبال کی نظم میں آیا ہے اور نہ ڈاکٹر تاثیر کی مذکورہ تحریر ہیں۔

کانٹ ویلی اسمتھ کے الفاظ میں ''اقبال اقتصادیات اور ساجیات سے بھی نا واقف تھے اور اسی ناواقفیت کی بنا پر وہ ہندوستان اور اسلام میں ان جماعتوں کو نہ پہچان سکے جو دراصل انہی کے مقاصد کی ترجمانی کرانی تھیں اپنی عملی زندگی میں انہوں نے انہی جماعتوں کی مخالفت کی اور ان جماعتوں کی حمایت کی جو ان کے مقاصد کے خلاف کام کر رہی تھیں'' لیکن اقبال پر یہ اعتراض کرتے وقت اسمتھ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اقبال کے سامنے مسلمانوں کی بہبود کا ایک اپنا تصور تھا پہلے تو اقبال کو کھینچ تان کے سوشلسٹ ثابت کرنا اور پھر ان کے سوشلزم پر اعتراض کرنا اور یہ کہنا کہ وہ سوشلزم کے بارے میں یہ نہیں جانتے تھے اور وہ نہیں جانتے تھے ایک مہمل قسم کی تنقید ہے ہاں اقبال کے بعض اشعار کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اقبال مغربی یورپ کے جمہوری نظام پر اشتراکی نظام کو ترجیح دیتے ہیں لیکن اشتراکی نظام کے مقابلے میں اسلام کو بدرجہا بہتر نظام سمجھتے ہیں اس لیے کانٹ ویل اسمتھ اقبال کو سوشلسٹ کہہ کر ان پر سوشلزم سے ناواقف ہونے کا اتہام لگانے کے عوض اگر اقبال کو سوشلسٹ نہیں بلکہ مسلمان تسلیم کریں تو خلط مبحث کا بڑی حد تک بدل جائے گی انہیں اس بات کا تو حق ہو گا کہ اسلام کے

مقابلے میں اشتراکی نظام کو بہتر قرار دیں لیکن یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہوگی کہ اقبال تھے تو سوشلسٹ لیکن سوشلزم کی حقیقت سے بے خبر تھے۔

وکٹر کرنین نے اپنی توجہ اقبال کی اردو نظموں ہی پر مرکوز رکھی ہے وکٹر کرنین کی کتاب Poems from iqbal جو اقبال کی بعض منتخب اردو نظموں کے ترجموں پر مشتمل ہے شعری ترجموں کی مقبول ترین کتابوں میں ہے اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ یہ اقبال کے شعوری ارتقا کی ایک جامع تصویر پیش کرتی ہے مترجم نے ان ترجموں میں صرف قافیے کی اسکیم ہی کو برقرار نہیں رکھا بلکہ کوشش یہ کی ہے کہ اصل نظم کے وزن کا آہنگ بھی ترجمے میں برقرار رہے۔ بعض ترجمے جس میں اقبال کی نظم ''مسجد قرطبہ'' کا ترجمہ بھی شامل ہے نہایت عمدہ ترجمے ہیں

فرانسیسی خاورشناسوں میں ایوا میورووچ اور لیوی کلا دمیترے کا ذکر پہلے ہی ہو چکا ہے اول الذکر خاتون کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے Reconstruction of Religious thought in islam کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا ہے اور Development of Metaphysicd in persia کے ترجمے میں مصروف ہیں اس کے علاوہ انہوں نے محمد مقری کے ساتھ مل کر ''پیام مشرق'' کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا ہے اور ثانی الذکر نے فکر اقبال پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا انگریزی ترجمہ مولانا عبدالمجید ڈار، بیرسٹرایٹ لاء لاہور نے Introduction to the thoughts of iqbal کے عنوان سے کیا ہے یہ کتاب جو آٹھ ابواب ''His life and works'' ''His philosphy of The ideal'' ''the perfect man'' ''personality

Metaphysics and philosophy of ''‘‘society
The ''‘‘Iqbal and oriental Thoughts''‘‘religion
''ghazals''اور''The poet''پر مشتمل ہے اقبالیات میں ایک گراں بہا
اضافہ ہے دراصل یہ کتاب فکر اقبال کے بارے میں ہے شاعر اقبال پر آخر میں
ایک باب ہے جس میں فاضل مصنفہ نے اقبال کی فلسفیانہ شاعری اور غزلیہ شاعری
کا تجزیہ کیا ہے۔

مس شیلا میک ڈولو سر جارج ولیم یونی ورسٹی، مونٹریال (کینیڈا) میں دینیات
کی اسسٹنٹ پروفیسر ہیں Pakistan and the west ان کی ایک مشہور
کتاب ہے انہوں نے میک گل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز سے پی ایچ ڈی
کی ڈگری حاصل کی ہے اسلامیات اور اقبالیات سے انہیں خاصی دلچسپی ہے اقبال
کی نظم ''مسجد قرطبہ'' پر ان کا مقالہ اقبالیات اور ادبیات میں بڑی اہمیت کا حامل
ہے اس مقالے میں شیلا میک ڈولو نے اقبال اور ٹی ایس ایلیٹ کی شاعری کا
موازنہ کیا ہے۔

ایوا میورو وچ، لیوی کلا دمیترے اور شیلا میک ڈولو کے بعد صنف نازک کی
فہرست میں دو بہت ہی اہم نام آتے ہیں ان میں ایک ہیں روسی مصنفہ میں ایم ٹی
اسٹیپینٹس اور دوسری ہیں جرمن مصنفہ اینے میری شمل۔

مس ایم ٹی اسٹیپینٹس نے اپنی کتاب Pakistans Philosphy
and Sociology میں اقبال کا فکری رشتہ شاہ ولی اللہ اور سید احمد خان کے
ساتھ ملایا ہے اس کتاب کے انگریزی ترجمے میں جو ایک روسی مصنف آرکوس

ٹیوک نے کیا ہے ہمیں اقبال اور مغرب کے تعلق سے یہ عبارت نظر آتی ہے

And iqbal himself did take from from the west whatever corresponded most to the basic premisses of his philosophical conception he made if his goal to create a system om modernised islam and tried to prove that the philosphy of islam was not outdated but merely needed to have its principles expressed in the teminology and ideals of the new times. from the permiss it remained for him to find points of contect between muslim philospohy and the modren theories of the west he intrested himself for instance, in the quasilogical ideas of bergson, which he found similar to those of rumi the letter in his opinion had anticipated wedtern philosophers, especially bergson, in his treatment of the relation between intellect and intution.

Some scholars would have it the iqbals

philosphy is a sort of carbon copy of Neitzscgeism. prof E G Browne of great britian has even called it an oriental adaptation of Neitzscheism other scholrs take the dramitically opposite view, completely denying any neizsdhean influence on the muslim reformer and seeing nothing as sommon between them.

اس قسم کے خیالات پر میں اپنی کتاب ''اقبال اور مغربی مفکرین'' میں اور اپنے طویل مقالے ''اقبال کا تصور زمان و مکاں'' میں مفصل بحث کر چکا ہوں اس لیے اس بحث کو یہاں دہرانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ مختصراً اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ مذکورہ بالا دونوں آرا انتہا پسندانہ ہیں جہاں تک نیٹشے کا تعلق ہے اقبال اور نیٹشے کے افکار میں قرب کی بہ نسبت بعد کہیں زیادہ ہے۔

اقبالیات کے تعلق سے مس اسٹیپشنس کا ایک خاص موضوع ہے اقبال کے نظام فکر میں اخلاقیات کا مقام اس ضمن میں ان کا مقالہ Problems of ethics in Mohammad iqbal,s philosphy کیفیت وکمیت دونوں کے اعتبار سے اقبالیات میں بلند مقام کا حاصل ہے۔

اب آخر میں اس مستشرق خاتون کا ذکر کروں گا جس نے اقبال کے متعلق دنیائے ادب میں مقالات اور تقریروں کا مینہ برسا دیا ہے اور وہ ہے

Gabriel,s wing کی مصنفہ اینے میری شمل یہ جرمن خاتون جو یونی ورسٹی آف بون میں پروفیسر رہ چکی ہیں آج کل امریکہ میں ہیں اور اقبال کے فکروفن پر لیکچروں کے سلسلے میں کئی بار ہندوستان اور پاکستان کا سفر کر چکی ہیں۔

اینے میری شمل کی کتاب Gabriel,s Wing ''بال جبریل'' کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اقبال کے مذہبی افکار کا ایک مطالعہ ہے یہ کتاب Studies in the History of Religious(Suppelement to Numens) کے سلسلے کی چھٹی کتاب ہے جو 1923 میں لیڈن (نیدرلینڈز) میں چھپی چار سو اٹھائیس صفحات کی یہ کتاب مندرجہ ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

A)The Historical Background

b) His Life

c) The Aesthetic Side of His work

d) the religious Motives

His interpretation of Five Pillars of Faith

a) There is no god but god

b) Mohammad is the Messenger of God

c) Prayer

d) Fasting, Zakat, Pilgrimage and Jihad

His interpretations of the Essentials of Faith

a) L belive in God and in His angels

b)...... and in his books

c) ......and in his Messengars

d).......and in the last day

(e)..... and in the predestination the Good and Evil both come from god

iv Some Glimpses of western and eastern influedce on Iqbals, thought and on His Relations to Mystcs and Mysticism

v To sum up

یہ کتاب اول سے آخر تک کلام اقبال اور فکر اقبال کے ساتھ اپنے میری شمل کی شدید دلچسپی کی داستان سناتی ہے مصنفہ کا علم و فضل ایک ایک سطر سے نمایاں ہے اور کہیں کہیں انگریزی زبان کی اسقام کے باوجود بحیثیت مجموعی ساری کتاب کی عبارت قاری کو بدرجہ اتم متاثر کرتی ہیں کہیں کہیں زبان کی اسقام کی جو بات میں نے کی ہے اس کے متعلق دراصل میں اپنے میری شمل کے ان جملوں کے بعد کہ

I apologize for the Engilsh style of the present book.... I am afraid that in spite of the help uf some friends who did their best to brush up the style, some clumsy phrases of

awkward expressions have not yet been removed

کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ویسے بھی میرے لیے اپنے میری شمل کی زبان پر تبصرہ کرنا اس لیے نامناسب ہے کہ انگریزی نہ ان کی اپنی زبان ہے نہ میری۔

اپنے میری شمل شاعرہ بھی ہیں اس لیے اس کتاب کا انداز بیان اکثر جگہوں پر شاعرانہ ہو گیا ہے یہ انداز بیان اگرچہ کتاب کی دل کشی میں اضافہ کرتا ہے لیکن تحقیقی اور تنقیدی نثر کے لیے یہ انداز بیان مناسب نہیں

یہاں ایک اور بات کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ یہ کتاب اقبال کے مذہبی افکار کے متعلق ہے لیکن اقبال کی شاعری پر کام کرنے والوں کے لیے بھی اس میں نہایت مفید نکتے موجود ہیں، مثلاً ڈاکٹر موصوفہ دیباچے میں لکھتی ہیں:

Nearly nobody has made until now a simple careful anaytical index of the motifs of symbols, iqbal uses in his poetry or of the meters he prefers, in short of his poetical thchnique.

ویسے اس کتاب کا جو مقصد ہے وہ مصنفہ کے ان الفاظ میں دیکھیے۔

The aim of the present book is not to add some more theories to those already existing. it will simply show iqbals view of the essentials of islam i e the five pillars of faith and the dreed

which is taught to every muslim child.

ڈاکٹر شمل علم کا سمندر ہیں اور تاریخ مذاہب عالم پر ان کی گہری نظر ہے یہ دونوں باتیں Gabriel,s Wing میں جا بجا نظر آتی ہیں اس کے باوجود تحقیق کے معاملے میں ان سے بعض کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں جن کی تصحیح کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں ضروری ہے مثلاً یہ بات پا چکی ہے کہ شیخ عطاء اللہ کی مرتبہ ''مکاتیب اقبال'' میں ڈاکٹر لمعد کے نام اقبال کے جو خطوط درج ہیں وہ سب کے سب جعلی ہیں ان میں سے کسی ایک بھی خط کے متعلق اس بات کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا کہ واقعی یہ خط اقبال نے ڈاکٹر لمعد کے نام لکھا ہے میں خود بھی ایک مدت تک ان خطوط کے متعلق غلط فہمی کا شکار رہا ہوں لیکن اب جب کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ خطوط جعلی ہیں تو اقبال پر کام کرنے والوں کو چاہیے کہ ان خطوط کو قطعاً نظر انداز کر دیں

ڈاکٹر موصوفہ صفحہ 142 پر لکھتی ہیں

His introduction to the first edition of Rumuz gives an impression of what he aimed at

اس کے بعد مندرجہ ذیل اقتباس درج ہے

Just as in the individual life. the acquisition of qain, protection against injury, determination for action and appreciation of higher values are all dependent on the gradual development of

the ego conscionusness its continuty, enhacement and consideration, similarly the secret of the life of nations and people depends on the same process which can be described as the development, presntation and sonsolidation of the communal ego.....

یہ سارا اقتباس کوئی اڑھائی سو الفاظ پر مشتمل ہے نہ جانے ڈاکٹر موصوفہ نے اقبال کی کون سی اردو نثری تحریر کا اقتباس اس ترجمے کی صورت میں پیش کیا ہے ''رموز بے خودی'' کے دیباچے سے اس کا کوئی تعلق نہیں آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح بھی ضروری ہے

لیکن یہ معمولی فروگزاشتیں اپنے میری شمل کی کتاب Gabriels wing کی اہمیت کو کسی طرح کم نہیں کرتیں بلکہ اس کی حیثیت ایک دلیل راہ کے طور پر برقرار رہتی ہے۔

اپنے میری شمل نے ''جاوید نامہ'' کا جرمن زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے اس کے علاوہ اقبالیات کے تعلق سے ایک اور نایاب مسودہ بھی ان کے پاس ہے اور وہ ہے ''پیام مشرق'' کے بعض حصوں کا جرمن ترجمہ جو ارلینگن یونی ورسٹی کے پروفیسر ہیل نے کیا تھا لیکن اس سے قبل کہ اس ترجمے کو چھپنے کی نوبت آتی پروفیسر ہیل کا انتقال ہو گیا میں نہیں کہہ سکتا یہ ترجمہ اس وقت تک چھپ چکا ہے یا نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

IQBAL REVIEW

JOURNAL OF THE IQBAL ACADEMY PAKISTAN

This Journal is devoted to research studies on the life, poetry and thouht of iqbal and on those branches of learning in which he was intrested: Islamic studies, Philosophy, History, Sociology, Comparative Religion, Literature, Art, and Archealogy

Published alternatily

in

English (april and October) and urdu

(january and july)

Subscription

(for four issues)

Pakistan Rs 15.00

Foreign countriesd Us$ 5.00 or Stg.1.75

Price per copy Rs 4.00

Us$ 1.50 or Stg.0.50

all contributions should be addressed to the secertary, Editorial Board, Iqbal Review, 116 Mcleod Road, Lahore. Each article must have its duplicate copy. the academy is not 'esponsible for the loss of any article

published by

Dr M. Moizuddin, Editor and secertry of the editorial Board of the Iqbal review and director, Iqbal academy pakistan, Lahore.

Printed at

ZARREEN ART PRESS

61, Railway road, Lahore

☆☆☆☆☆

محمد عبداللہ قریشی

روح مکاتیب اقبال

علامہ اقبال کی ہمہ گیر شخصیت کے گوناں گوں پہلوؤں کو سمجھنے کے لیے ان کے نجی اور ذاتی خطوط کے عظیم سرمائے کو سب سے اہم کلیدی حیثیت حاصل ہے انسان سرگوشیوں میں بارہا ایسی باتیں کر جاتا ہے جن کو مصلحت، تہذیب، دور اندیشی، اصول، اخلاق یا کسی خاص کمزوری کی بنا پر شاید کھلم کھلا کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ بعض اوقات اپنے کسی فعل کے اسباب عام لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے ہچکچاتا ہے، لیکن مخصوص احباب کی مجلس میں بے جھجک بیان کر دیتا ہے ایسے میں کسی کی افتادِ طبع کا اندازہ لگانے، اس کے اصلی اخلاق، اس کی حقیقی نیت اور اس کی بے لاگ رائے معلوم کرنے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں کہ جہاں تک ہو سکے اس کے ذاتی اور ایسے افعال کی تلاش کی جائے جو اس سے ایسی حالت میں سرزد ہوئے ہوں جب کہ اس کو یقین ہو کہ دوسرا کوئی ان سے واقف نہیں ہو سکتا۔

''روح مکاتیب اقبال'' حضرت علامہ کے کم و بیش ساڑھے بارہ سو خطوں کا نچوڑ ہے جو پھول جس گلدستے سے چنا ہے اس کا حوالہ دیا گیا ہے تاکہ شائقین اصل تک بآسانی پہنچ کر پورا خط حاصل کر سکیں ہر پھول کا رنگ جدا اور خوشبو علیحدہ ہے، مگر سب مل کر کچھ اور ہی لطف اور کیفیت پیدا کرتے ہیں۔

اب تک شائع شدہ تمام مجموعہ ہائے مکاتیب کو تاریخ وار ترتیب دے کر ہر خط کی اقبال ہی کے الفاظ میں تلخیص کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

صفحات 248 اشاریے، قیمت 72 روپے

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

اقبال اکادمی، پاکستان

116 میکلوڈ روڈ لاہور

☆☆☆☆☆☆

ختم شد

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006